ساجد حمید

شرح موطا امام مالک

باب وقوت الصلوٰۃ

نماز کے اوقات

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

[۶] وحدثنی عن مالك عن نافع مولی عبد اللّٰہ بن عمر :

اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَتَبَ اِلَى عُمَّالِهِ: اِنَّ اَهَمَّ اَمْرِكُمْ عِنْدِى الصَّلَاةُ. فَمَنْ حَفِظَهَا وَحَافَظَ عَلَيْهَا، حَفِظَ دِيْنَهُ. وَمَنْ ضَيَّعَهَا فَهُوَ لِمَا سِوَاهَا اَضْيَعُ.

ثُمَّ كَتَبَ: اَنْ صَلُّوْا الظُّهْرَ اِذَا كَانَ الفَیْءُ ذِرَاعًا اِلَى اَنْ يَكُوْنَ ظِلُّ اَحَدِكُمْ مِثْلَهُ. وَالْعَصرَ ،وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ بَيْضَاءُ نَقِيَّةٌ، قَدْرَ مَا يَسِيْرُ الرَّاكِبُ فَرْسَخَيْنِ اَوْ ثَلَاثَةً، قَبْلَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ. وَالْمَغْرِبَ اِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ. وَالْعِشَاءَ اِذَا غَابَ الشَّفَقُ اِلَى ثُلُثُ اللَّيْلِ. فَمَنْ نَامَ فَلَا نَامَتْ

عَيْـنُـهُ. فَـمَـنْ نَـامَ فَلَا نَـامَـتْ عَيْنُهُ ، فَمَنْ نَامَ فَلَا نَامَتْ عَيْنُهُ .وَالصُّبْحَ، وَالنُّجُوْمُ بَادِيَةٌ مُشْتَبِكَةٌ.

''نافع کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے اپنے عمال کو یہ خط لکھا: میرے نزدیک تمھارے لیے سب سے اہم دینی عمل نماز ہے۔ جس نے اس کی حفاظت کی اور اس پر جما رہا، تو اس نے اپنے دین و ایمان کی حفاظت کی اور جس نے اسے ضائع کر دیا، تو اس نے اس کے علاوہ جو کچھ ہے، سب ضائع کر دیا۔

انھوں نے یہ بھی لکھا: ظہر اپنے سایہ کے ایک ہاتھ کے برابر ہونے سے لے کر مثل سایہ ہونے کے وقت کے بیچ میں پڑھو۔ عصر اس وقت پڑھو، جب سورج ابھی بلند، سفید اور روشن ہو، اتنا کہ ایک سوار اس کے غروب سے پہلے پہلے دو یا تین فرسخ کا فاصلہ طے کر سکے۔ مغرب سورج ڈوبتے ہی پڑھ لو۔ عشا غیاب شفق سے ایک تہائی رات کے بیچ میں پڑھو۔ تو جو کوئی (عشا سے پہلے) سو گیا تو اے اللہ، پھر اس کی آنکھ نہ سوئے، تو جو کوئی سو گیا، تو اے اللہ، پھر اس کی آنکھ نہ سوئے، تو جو کوئی سو گیا تو اے اللہ، پھر اس کی آنکھ نہ سوئے۔ اور صبح اس وقت پڑھو جب ستارے ابھی نمایاں اور باہم گتھم گتھا ہوں۔''

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

شرح

مفہوم و مدعا

اس روایت کے دو حصے ہیں، ایک تمہید ہے اور دوسرے اوقات نماز کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔ تمہید میں انھوں نے نماز کی اہمیت بیان فرمائی ہے۔

نماز کی اہمیت حضرت عمر نے یہ بیان فرمائی ہے کہ اگر اسے چھوڑ دو گے تو دین جاتا رہے گا۔ یہاں یہ اتنی بات جان لینی چاہیے کہ نماز سے دین کی حفاظت صحابہ یا دوسرے لفظوں میں بنی اسماعیل کے لیے دو پہلوؤں سے ہے اور ہمارے لیے ایک پہلو سے۔ یہ چونکہ حضرت عمر کا قول ہے جو انھوں نے اپنے عمال کو لکھا ہے، اس لیے اس میں دونوں پہلو شامل ہیں۔ اس پر تفصیلی گفتگو 'قرآن و سنت سے تعلق' کی فصل میں ہو گی۔

اس تمہید کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز کے اوقات بتائے ہیں۔ ان اوقات میں تعجیل ہی کے اصول کو ملحوظ رکھا ہے۔ یعنی چونکہ وہ نماز کی اہمیت پر بات کر رہے تھے، اس لیے انھوں نے نماز کے مقرر اوقات نہیں، بلکہ نماز کے وہ اوقات بتائے ہیں، جو تعمیل امر میں زیادہ بہتر ہیں۔ جن میں نماز ادا کرنے ہی سے اس کے حقیقی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ ان اوقات کی اہمیت ونوعیت پر پچھلی روایتوں میں تفصیل سے بات ہو چکی ہے۔ اس لیے یہاں اسے بیان کرنا محض تکرار ہوگا۔

آخر پر انھوں نے عشا سے پہلے سونے والے کو متنبہ کیا ہے کہ وہ نہ سوئے، اور یہ تنبیہ انھوں نے بددعا کے لہجے میں کی ہے۔ یہ تاثر دینے کے لیے کہ یہ نہایت ہی غلط عمل ہے کہ بندۂ مومن عشا سے پہلے سو جائے۔

یہ خط انھوں نے عمال کی طرف لکھا تھا۔ حکمران کی حیثیت سے اور بالخصوص شہداء اللہ علی الارض کے نمائندہ ہونے کی حیثیت سے ایک خاص نوعیت کی دعوت دین کی ذمہ داری حضرت عمر پر عائد ہوتی تھی۔ اس ذمہ داری کو انھوں نے ادا کیا اور کوشش کی کہ اس امت میں ترک نماز جیسا بگاڑ نہ آئے۔

اس بات کا پورا امکان ہے کہ یہ خط انھوں نے عمال کو اس لیے لکھا ہو کہ وہ مساجد میں جماعت کا اہتمام، ان اوقات میں کریں، اس سے تاخیر نہ کریں۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

لغوی مسائل

حفظها وحافظ عليها: حفظ سے مراد حفاظت ونگرانی ہے، اور محافظت (حافظ) سے مراد مواظبت و ملازمت ہے۔ ترجمے میں اسے ہم نے 'اس پر جما رہا' کے الفاظ سے بیان کیا ہے۔

سیدنا عمر نے پہلے 'ضيّع' اور پھر اسی معنی میں 'أَضيع' استعمال کیا ہے۔ مزید فیہ سے افعل التفضیل نہیں بنتا۔ سیبویہ کے نزدیک 'أضاع يضيع' سے 'أضيع' بنانا اس لیے درست ہے کہ اس کے شروع میں ہمزہ آتا ہے۔

'الفيء' کے اصل معنی زوال کے بعد کے سائے کے ہیں۔ یعنی پلٹا ہوا سایہ۔ زوال سے پہلے کے سایہ کے لیے یہ استعمال نہیں ہوتا تھا۔ اس لیے کہ اس کے معنی ہی پلٹنے کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: 'حتّٰى تفِيٓء إلى امر اللّٰه'، 'حتیٰ کہ وہ گروہ اللہ کے فیصلے کی طرف لوٹ آئے' (الحجرات ۴۹:۹)۔

اس خط میں سیدنا عمر نے دو جملے ایسے بولے ہیں، جو اگرچہ مشکل نہیں ہیں، مگر کلام کے صحیح مدعا کو سمجھنے کے لیے ان کے صحیح موقع استعمال سے واقف ہونا ضروری ہے۔ پہلا جملہ ہے: 'فمن نام فلا نامت عينه' یہ اپنے صیغوں میں بظاہر بددعا ہے، لیکن یہ دراصل اس وقت کی نیند سے اظہار نفرت کے لیے بولا گیا ہے۔ یہ سو جانے والے کے

لیے بے سکونی کی بد دعا نہیں ہے۔

دوسرا جملہ 'و النجوم بادیة مشتبکة ' کا ہے۔ یہ کنایہ ہے اندھیرا ہونے سے۔ اس لیے کہ جب اندھیرا ہوگا تو ستارے زیادہ روشن اور تعداد میں بھی زیادہ نظر آئیں گے۔ اس لیے باہم گتھم گتھا دکھائی دیں گے۔

فرسخین او ثلاثة: یہ تحدید و تعیین کے لیے نہیں، بلکہ اندازہ و تخمین کے لیے ہے۔ یعنی یہ بات نہیں ہے کہ آدمی تین فرسخ (یعنی نو میل) کا فاصلہ یقیناً طے کر سکے۔ بلکہ ایک اندازہ سا بتانے کے لیے یہ اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ مراد صرف یہی ہے کہ آدمی نماز عصر کو سورج کے زرد ہونے پر نہ پڑھے، بلکہ اس سے پہلے پہلے ادا کر لے۔ اس لیے کہ گرمیوں میں عصر کے بعد تو نو میل شاید سوار مغرب سے پہلے سفر طے کر لے، سردیوں میں شاید ایسا ممکن نہ ہو۔ یہ اسلوب ہم اردو میں بھی استعمال کرتے ہیں، جیسے: ''بھئی یہی کوئی دو تین میل دور ہوگا''۔

درایت

قرآن و سنت سے تعلق

نمازوں کے اوقات سنت انبیا ہی کا بیان ہے۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے مشاہدے پر مبنی ان کی رائے ہے۔ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کم و بیش وہی اوقات بتائے ہیں، جو حضرت جبریل علیہ السلام کی امامت والی روایت میں بیان ہوئے ہیں، اور انھی پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مداومت تھی۔ یہ اثر بھی اوقات کا تعین نہیں کرتا، بلکہ ان اوقات کا پتا دیتا ہے، جن میں نماز پڑھنے والا غفلت کے الزام سے بری ہوگا۔

نماز کی اہمیت حضرت عمر نے یہ بیان کی ہے کہ اس کی حفاظت اور مداومت دین کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔ دین پر قیام کے دو معنی ہیں۔ ایک اس کے احکام پر عمل کرنا یعنی نیکی پر قائم رہنا اور دوسرے حامل دین ہوتے ہوئے، اس کے نقیب اور شاہد بن کر رہنا[1]۔ نماز ان دونوں پہلوؤں سے دین کے قیام کا ذریعہ ہے۔

پہلے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ نماز ہمیں نیکی پر کیسے قائم رکھتی ہے۔ نماز کے ضائع کرنے اور اس کے بعد شہوات میں پڑنے کا قرآن نے مختلف مقامات پر اس طرح سے ذکر کیا ہے کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ مثلاً سورۂ مریم میں 'اضاعوا الصلوٰة واتبعوا الشهوات' انھوں نے نماز ضائع کی، اور (اس کے نتیجہ میں) خواہشوں میں مبتلا ہو گئے۔

---

[1] پہلے کا تعلق عام مسلمانوں سے اور دوسرے کا تعلق اصلاً بنی اسماعیل (شہداء اللہ) سے ہے باقی مسلمان اس میں تبعاً شامل ہوں گے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

اسی طرح قرآن کے الفاظ ہیں: 'اقم الصلوٰۃ لذکری' (طٰہٰ ۲۰: ۱۴) 'میری یاد کے لیے نماز کا اہتمام کرو'۔ خدا کی یہ یاد ایک نہایت موثر ہتھیار ہے۔ یہ شیطان کو ہمارے قریب آنے اور پھر ہم پر مسلط ہو جانے سے روکتی ہے۔ یہ بات بھی قرآن مجید میں بیان ہوئی ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ 'و من یعش عن ذکر الرحمن نقیض له شیطانا، فھو له قرین' (الزخرف ۴۳: ۳۶) ''اور جو رحمٰن کے ذکر سے اعراض کر لیتا ہے، ہم اس پر شیطان کو مسلط کر دیتے ہیں، وہ پھر اس کا ہم جولی بن جاتا ہے''۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص ذکر (یاددہانی) سے گریزاں ہوگا، وہ شیطانوں کے نرغے میں آتا چلا جائے گا، اور ایک وقت وہ آ جائے گا کہ وہ اس کے دوست اور ہم مشرب بن جائیں گے اور پھر جو شیطان اس سے کہے گا، وہ وہی کرے گا۔

نماز کے اسی عمل، جو وہ یاد الٰہی کو تازہ کر کے کرتی ہے، کو قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ 'ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء و المنکر'، (العنکبوت ۲۹: ۴۵) ''بلاشبہ نماز فحش کاموں اور برائی سے روکتی ہے''۔ چنانچہ جب آدمی نماز کی محافظت کرے گا، تو اس کے دل میں خدا کی یاد تازہ رہے گی۔ جب یہ یاد اس کے دل میں بسی رہے گی تو وہ شیطان کی دوستی سے محفوظ رہے گا، اور جب شیطان اس کا دوست نہیں بنے گا تو وہ اسے برائی پر راغب نہیں کر سکے گا اور یوں اس کے برائی سے بچنے کے امکانات بہت بڑھ جائیں گے، جس سے اس کا دین و ایمان محفوظ رہے گا۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ شہداء اللہ کے لیے نماز کی کیا اہمیت بتائی گئی ہے۔ قرآن مجید میں بنی اسماعیل کو جب شہادت کے منصب پر فائز کیا، اور ان سے جب عہد لیا کہ تم مجھے یاد رکھنا میں تمھیں یاد رکھوں گا تو اس موقع پر انھیں یہ حکم دیا کہ اس عہد پر قائم رہنے کے لیے نماز سے مدد لیں۔ قرآن مجید کا فرمان ہے:

فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوْا لِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنِ، یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ، اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ. (البقرہ ۲: ۱۵۲۔۱۵۳)

''تم مجھے یاد رکھو، میں تمھیں یاد رکھوں گا، میری شکر گزاری کرتے رہنا، میری ناشکری نہ کرنا۔ اے ایمان والو، ثابت قدمی اور نماز سے مدد چاہو، بے شک اللہ ثابت قدموں کے ساتھ ہے۔''

ٹھیک ایسا ہی بنی اسرائیل کے ساتھ اس عہد کے موقع پر ان سے کہا گیا:

وَقَالَ اللّٰہُ اِنِّیْ مَعَکُمْ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَیْتُمُ الزَّکٰوۃَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ. (المائدہ ۵: ۱۲)

''اور اللہ نے ان سے کہا: میں تمھارے ساتھ ہوں اگر تم نماز قائم کرو گے اور زکوٰۃ دو گے، اور میرے رسولوں کو مانو گے۔''

نماز کی اس دوہری اہمیت کے پیش نظر خلفاے راشدین اس کے بارے میں ہمیشہ بیدار رہے۔اور جیسے ہی ائمۂ بنی اسماعیل نماز میں کمزور ہوتے گئے، وہ اللہ کے ساتھ سے محروم ہوتے گئے۔حضرت عمر نے اسی لیے فرمایا کہ نماز تمھارے لیے سب سے اہم دینی حکم ہے۔اسے ضائع کروگے تو سارے دین سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔

دیگر متون

عن نافع عن بن عمر قال كتب عمر الى اهل الامصار ان صلوا الظهر اذا زالت الشمس الى ان يكون ظل كل شىء مثله والعصر والشمس باقية قدر ما يسير الراكب فرسخين او ثلاثة والمغرب حين تغرب الشمس وتدخل الليل والعشاء اذا غاب الشفق الى ثلث الليل لا تشاغلوا عن الصلاة فمن نام فلا نامت عينه فمن نام فلا نامت عينه.

(مصنف عبدالرزاق، رقم ۲۰۳۷)

''نافع نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے شہر والوں کو خط لکھا کہ وہ ظہر سورج کے ڈھلنے سے لے کر مثل سایہ تک پڑھیں۔اور عصر اس وقت پڑھیں، جب سورج ڈوبنے میں اتنا وقت باقی ہو کہ ایک سوار دو یا تین فرسخ چل سکے۔مغرب سورج ڈوبنے سے رات آنے تک پڑھو۔اور عشا شفق کے غیاب سے ایک تہائی رات تک،سنو نماز سے کوئی چیز تمھیں غافل نہ کرے، تو جو کوئی سوئے خدا کرے اس کی آنکھ نہ سو پائے، تو جو کوئی سوئے خدا کرے اس کی آنکھ نہ سو پائے۔''

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

احادیث باب پر نظر

یہ اثر بھی پچھلی تمام حدیثوں کی طرح نماز کے اوقات میں ایک طرح کا تضاد پیدا کرتا ہے۔ہم اس باب کی پچھلی روایتوں میں تفصیل سے اس مسئلے پر گفتگو کر آئے ہیں۔ ہمارے خیال میں یہ اثر بھی سبقت الی الخیر ہی کے وقت کو بیان کرتا ہے۔اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ خیر القرون میں خدا کے حضور حاضری کا وقت خلفاے راشدین کے زمانے میں بھی وہ رہا جو انبیا نے اپنے لیے پسندیدہ قرار دیا۔

حضرت عمر کے زمانے میں نمازوں کے اوقات کوئی غیر معلوم چیز نہیں تھے اور نہ یقیناً انھوں نے صوبوں کے لیے ایسے عمال مقرر کیے ہوں گے جو نمازوں کے اوقات ہی سے ناواقف ہوں گے۔یہ دراصل محض نماز کی اہمیت اور اس کے پسندیدہ اوقات ہی کا بیان ہے۔البتہ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ انھوں نے عمال کو نمازوں کی تاخیر کرنے پر تنبیہ کے لیے یہ خط لکھا ہو۔اور انھیں حکم دیا ہو کہ اپنی اپنی عمل داری میں ان ان اوقات میں نماز کی جماعت کا اہتمام

کریں۔

روایت

یہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ایک خط ہے۔ اگرچہ یہ حدیث نہیں ہے، مگر نماز کے بارے میں ان کے اس بیان سے سنت کو سمجھنے میں ہمیں مدد مل سکتی ہے۔ اس لیے کہ وہ سنت دینے والے کے براہ راست شاہد تھے۔

رجال حدیث

یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں ہے۔ یہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ایک خط ہے، جو انھوں نے اپنے عمال کو لکھا، اس لیے اس کی سند اور رجال پر کسی قسم کی بحث کی ضرورت نہیں ہے۔ اس روایت میں نافع سے براہ راست حضرت عمر کے خط کا ذکر ہے، تو یہ یقیناً انھوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے سنا ہوگا۔ جیسا کہ دوسری روایتوں کی سند سے معلوم ہوتا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق، رقم ۲۰۳۷) اس لیے اگر ان کی ملاقات حضرت عمر سے نہیں بھی ہے تب بھی یہ روایت درست ہے۔ اس لیے کہ وہ یہ نہیں کہہ رہے کہ میں نے حضرت عمر سے سنا، یا ان کو دیکھا۔ وہ تو یہ اطلاع دے رہے ہیں کہ انھوں نے خط لکھا تھا۔ اپنی اطلاع کا ماخذ وہ بتا ہی نہیں رہے ہیں۔

---

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com